’چڑیا کی اڑان‘

اڑتے ہوئے چڑیا نے نیچے دیکھا۔اسکی منزل شاید نزدیک آ گئی تھی۔وہ کئی دن سے لگاتار اڑ رہی تھی۔جس راستے میں وہ اڑ رہی تھی وہ سمندر کا راستہ تھا۔راستے میں کوئی جزیرہ آیا ہی نہیں جو ستا لیتی اور کھا پی لیتی۔تھکاوٹ سے اسکا برا حال تھا۔بھوک بھی لگ لگ کر ختم ہو گئی تھی۔

اب اسنے آہستہ آہستہ اپنی اڑان نیچے اور نیچے کی۔اور پھر زمین پر اتر گئی۔اترتے ہی بھوک نے شدت سے اپنے ہونے کا احساس دلایا۔شدت تھی لیکن کھانا نہیں تھا۔کھانا کہاں سے ملے گا یہ بھی معلوم نہیں۔پھر بھی اُسے یقین تھا کہ کھانا ضرور ملے گا۔رزق دینے والا اللہ ہے۔چاہے انسان ہو۔چرند پرند یا کیڑے مکوڑے۔اللہ تعالیٰ کسی کو بھوکا نہیں رکھتا۔یہ وعدہ کسی انسان کا نہیں ہے اس لئے شک کی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی۔اسی وجہ سے دنیا کی رونق قائم ہے اور زندگی رواں رہتی ہے۔

چڑیا اعتماد کے ساتھ ایک میدان میں گھومنے لگی۔برف گر رہی تھی۔چاروں طرف برف ہی برف۔ایسا لگتا تھا جیسے آسمان سے دودھ کی بارش ہو رہی ہے۔ایسے میں کھانا کہاں سے ملے گا وہ یہی سوال لئے گھوم رہی تھی۔وہ جہاں جہاں پاؤں رکھتی تھی برف پر اسکے نشان بن جاتے تھے۔وہ کچھ دیر اسی طرح کھیلتی رہی۔پھر اسے کچھ چڑیوں کا غول نظر آیا۔وہ شاید موسم کو منانے اور شاید کھانے کی بھی تلاش میں تھیں۔وہ دوڑ کر گئی اور ان کے ساتھ شامل ہو گئی۔کسی نے بھی اسے

اجنبیت سے نہیں دیکھا۔ نہ کسی نے اسکے میک اپ کو دیکھا اور نہ کپڑوں کو۔ اور نہ کسی نے اس کی حیثیت جاننے کی کوشش میں بے شمار سوال کئے۔

سب چڑیں خوش تھیں۔ بول بھی رہی تھیں اور کھیل ہی کھیل میں برف پر چونچیں مار مار کر کھانا بھی تلاش کر رہی تھیں۔ اچانک ایک چڑیا کو ڈبل روٹی کا ایک بڑا پیس مل گیا۔ اسنے وہ پیس درمیان میں رکھ لیا۔ بالکل ایسے جیسے دسترخوان بچھا ہو۔ اور سب چڑیوں کو دعوت دی۔ آؤ بہنو سب کھانا کھاتے ہیں۔ کبھی ایک چڑیا ڈش کی طرح ڈبل روٹی کا پیس اپنی طرف کھینچ لیتی۔ تو کبھی دوسری چڑیا ہنس کر اپنی طرف کر لیتی۔ سب مزے لے لے کر ہنس بول کر کھانا کھاتی رہیں۔ کھانا ختم ہوا سب نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اب رات ہونے کو تھی۔

سب چڑیاں ایک ایک کر کے اڑ گئیں۔ ایک چڑیا رہ گئی۔ وہ مسافر چڑیا کے پاس آئی اور بولی۔

''بہن بہت زیادہ تھکی ہوئی لگ رہی ہو۔ شاید دور سے آئی ہو۔ آؤ چلیں کہیں گرمائی والی جگہ پر جا کر بیٹھتے ہیں۔ اور باتیں بھی کرینگے۔'' وہ دونوں اٹھیں اور ایک گھر کے جھروکے میں جا کر بیٹھ گئیں۔

مسافر چڑیا نے کہا۔''ہاں بہن میں بہت دور سے آئی ہوں۔ گھومنے کا بہت شوق ہے۔ ساتھی کوئی ہے نہیں اسلئے اکیلی ہی پھرتی رہتی ہوں۔'' پھر بولی۔''میں اکثر سوچتی ہوں ہم پرندے کتنے اچھے ہیں۔ مٹھی بھرے پروں میں ننھا سا دل ہے۔ پھر بھی ہمیں جو بھی کچھ ملتا ہے وہ ہم مل بانٹ کر کھاتے ہیں۔ کوئی کسی سے کھانے کے لئے لڑتا نہیں۔ ہاں شرارت سے چھین جھپٹ کر ضرور کھا لیتے ہیں۔ اور انسانوں کو دیکھو۔ کیسے بچا ہوا کھانا، چاہے جتنا بھی تھوڑا کیوں نہ ہو۔ ڈبوں میں بند کر کے رکھ لیتے ہیں۔ اور بھول جاتے ہیں۔ پھر کئی دن کے بعد کھانا خراب ہو جاتا ہے تو کچرے کے ڈبے میں ڈال دیتے ہیں۔ اور ہم پرندے جنہیں خدا نے انسانوں کی خوشی کے لئے پیدا کیا۔ کئی کئی دن بھوکے پیاسے اڑتے رہتے ہیں۔ لیکن ہمارا خدا ہمیں نہیں بھولتا۔ گھاس میں بھی ہمارے لئے چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑے پیدا کر دیئے کہ جب ہمیں کچھ نہ ملے تو ہم وہ کھا لیں۔''

پہلی چڑیا ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ یہی تو افسوس کی بات ہے۔ یہ انسان جو خود کو اتنا بڑا جانتے ہیں۔ ہم سے کچھ نہیں سیکھتے۔ اگر تھوڑا سا بھی اپنا فخر ختم کر دیں۔ اور ہمیں دیکھ کر تھوڑا ہی صبر سیکھ لیں۔ تو پھر یہ خدا کی بنائی ہوئی دنیا اور بھی

خوبصورت ہوجائے گی۔ دنیا میں جو مشکلات آتی ہیں۔ زلزلہ۔طوفان۔مہلک بیماریاں۔ یہ سب اللہ کی ہی نافرمانی کی وجہ سے آتیں ہیں۔اوراسی لئے دنیا برباد ہوتی جارہی ہے۔‘‘

گھر کی کھڑکی کے اندر سے ہلکی ہلکی گرمائی آرہی تھی۔پہلی چڑیا سوگئی۔مہمان چڑیا نے بھی اپنی آنکھیں بند کرلیں۔وہ بھی یہ سوچ کر سوگئی کہ اگلے دن اسکو واپس جانا ہے۔